حیات وخدمات مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی ابن مولانا وصی احمد سورتی

رضوانہ سحر☆

Abstract

LIFE AND CONTRIBUTIONS OF MAULANA ABDUL AHAD PILIBHITI

20th-century undivided India saw a number of religious and political activist, Maulana Abdul Ahad of Pilibhit was one of the religious figures who participated in many religious and political moments of that era. He was a popular orator in North India. He also participated in independence movement and supported the cause of Muslim League for a seperate independent homeland for the Muslims of subcontinent. Earlier he had also remained active in the Khilafat Movement. He was also a teacher of Hadith sciences and succeded his father Maulana Wasi Ahmad Surti who himself was a famous teacher of late nineteenth and early twentieth century. Most of the decedents of Maulana Abdul Ahad moved to Pakistan after partition and contiue the legacy of Abdul Ahad and Wasi Ahmad Surti in different capacities.

Key words: Abdul Ahad, Wasi Ahmad Surti, Pakistan, Independence movement, Khilafat movement, Congress, Hadith Sciences, Orator

---

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی۔

حیات وخدمات مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی ابن مولانا وصی احمد سورتی

رضوانہ سحر☆

مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی ایک صاحب سلسلہ بزرگ ہیں جن کے آباؤ اجداد عہد شاہجہانی (۱۰۴۵ھ بمطابق ۱۶۳۵ء) میں مدینہ منورہ سے براستہ عراق، ہندوستان کے شہر سورت میں تشریف لائے۔(۱) اسی خاندان میں مولانا محدث وصی احمد سورتی کے گھر ۱۸۸۳ء بمطابق ۱۲۸۹ء کو مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی کی ولادت ہوئی۔(۲) آپ کے پڑدادا مولانا محمد ابراہیم کے سلسلے میں دو اہم روایات ہمیں ملتی ہیں پہلی روایت کے مطابق، مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی کا سلسلہ نسب حضرت سہیل بن حنیفہ سے ملتا ہے۔(۳) اور دوسری روایات کے مطابق آپ کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ سے ملتا ہے جن کو سعادات علوی کہا جاتا ہے۔(۴) آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا عبداللطیف پیلی بھیتی سے حاصل کی مولانا عبداللطیف پیلی بھیتی کا شمار بھی، شہر پیلی بھیت کے ممتاز علماء دین میں ہوتا تھا اور آپ اپنے بھائی مولانا وصی احمد سورتی کے ہم درس وہم سبق رہے تھے جبکہ دورۂ حدیث عبدالحیٔ لکھنوی فرنگی کے ساتھ کیا تھا اور ارادت حضرت مولانا الشاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے تھی۔(۵)

مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی ابن مولانا وصی احمد سورتی ۱۸۸۳ء/ ۱۲۸۹ھ میں پیلی بھیت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا عبداللطیف سے حاصل کی اور بعد میں اپنے والد سے تمام علوم وفنون کی تکمیل کی۔ علوم دینیہ سے فراغت پانے کے بعد آپ لکھنؤ پہنچے اور اپنے والد کے استاد حکیم عبدالعزیز سے تکمیل الطب کالج میں طب کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت پانے کے بعد آپ نے کچھ عرصہ طبابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر اپنے والد کے حکم پر مدرسۂ حنفیہ پٹنہ میں مدرس ہو کر چلے گئے جہاں کئی سال آپ تدریس کرتے رہے۔(۶) ۱۳۲۳ھ میں آپ کی شادی شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی نواسی اور مولانا عبدالکریم کی بڑی صاحبزادی محترمہ حمیدہ خاتون سے ہوئی۔ محمود احمد قادری نے ''تذکرہ علمائے اہلسنّت'' میں مولانا عبدالاحد کی شادی کا مفصل احوال کچھ یوں تحریر کرتے ہیں کہ جب آپ کی شادی ''حمیدہ خاتون'' جو کہ برصغیر کے صاحب سلسلے بزرگ گھرانے سے تھی ہوئی، اور آپ کو رخصت کرا کے پیلی بھیت واپسی ہونے لگی تو اس زمانے کے ریلوے اسٹیشن مادھوگنج پر جب برات پہنچی اس وقت مغرب ہو چکی تھی اور راستہ جنگل کا تھا جبکہ قریب کے گاؤں کی بستی میں ڈاکوؤں کی بستی کے نام سے مشہور تھی اور اسی گاؤں کے ایک آدمی نے اطلاع دی کہ ڈاکو آ رہے ہیں، اس شادی میں مولانا احمد رضا خاں بھی شریک تھے، لہٰذا آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا محبوب ہماری مدد فرمائے گا، کچھ دیر بعد ڈاکوؤں کا ایک گروہ آتا دکھائی دیا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے پیش قدمی کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ ''ہم تمہارے علاقے کے بزرگ شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی نواسی بیاہ کر لئے جا رہے ہیں کیا ایسی حالت میں تم، ہم کو لوٹنا مناسب سمجھتے ہو۔ آپ کے اس طرز عمل اور گفتگو کا ڈاکوؤں پر بہت گہرا اثر ہوا اور وہ اپنے ارادے سے باز رہے''۔(۷)

مولانا عبدالاحد کوفن خطابت میں ید طولیٰ حاصل تھا، آواز نہایت پاٹ دار اور ایسی تھی کہ گھنٹوں ماحول میں اس کی گونج برقرار رہتی تھی۔ سیرۃ النبی اور فضائل صحابہ کے بیان پر خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ تقریر کے دوران اکثر رقت طاری ہو جاتی اور وجد کے عالم میں درود و سلام پڑھنے لگتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نوعمری ہی میں آپ کے مواعظ حسنہ کی پورے برصغیر میں شہرت ہوگئی، آپ کے واعظ کی اثر پذیری سے متاثر ہو کر مولانا غلام مہر علی گولڑوی نے مولانا وصی احمد محدث سورتی کا ذکر خیر کرتے ہوئے ایک مقام پر مولانا عبدالاحد کے بارے میں لکھا ہے کہ:

واشهرت مواعظه فی اکناف الهند۔(۸)

ترجمہ: آپ کے مواعظ کی شہرت ہندوستان کے اطراف و اکناف میں پھیلی ہوئی تھی۔

ہندوستان کے مذہبی و سیاسی حلقوں میں آپ کی مقبولیت عام تھی اور آپ کی آراء کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی، خصوصاً مذہبی مباحث پر آپ کی تقاریر کو عوام بڑے ذوق و شوق سے سنتے تھے اور جب آپ وعظ و تقریر کے لئے کسی دوسرے شہر جاتے تو ہزاروں افراد قرب و جوار کی بستیوں سے آپ کی تقریر سننے کے لئے جلسہ گاہ میں پہنچتے تھے۔ ''الفقیہ'' کی ایک اور اشاعت کے مطابق جون ۱۹۲۸ء کو ضلع مارہرہ میں سید شاہ محمد صادق کے عرس کی تقریب سے مولانا عبدالاحد نے خطاب کرتے ہوئے فضائل حضور سید عالم بیان فرمائے اور آیت کریمہ **انما انا بشر مثلکم** کی توضیح و تفسیر اس دلنشین طرز پر فرمائی۔(۹)

آپ برصغیر میں پروان چڑھنے والی تحریکوں میں حتی المقدور حصہ لیتے تھے۔ ۲۷ جولائی ۱۹۱۳ء کو کانپور کے مچھلی بازار میں ایک سڑک کی تعمیر کے نتیجہ میں اس بازار کی ایک مسجد کا کچھ حصہ شہید کر دیا گیا۔ انگریز حکومت کی اس حرکت سے پورے ہندوستان میں اشتعال پھیل گیا اور اضطراب و بے چینی نے اس قدر زور پکڑا کہ ۳ راگست کو مسلمانوں نے مسجد میں جمع ہو کر مسجد کی از سر نو تعمیر شروع کر دی۔ اس کارروائی کو روکنے کے لئے مقامی انتظامیہ نے پولیس طلب کی جس نے مجمع پر گولی چلا دی۔ اس فائرنگ سے ۱۶ مسلمان شہید اور ۳۰ زخمی ہوئے۔ اس واقعے کی پورے ہندوستان میں شدید مذمت کی گئی۔ مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس موقع پر کانپور پہنچ گئے اور اپنے خالہ زاد بھائی مولانا نثار احمد کانپوری کے ہمراہ حکومت کے خلاف احتجاج میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے گرفتار ہوئے اور تقریباً چھ ماہ قید و بند کی صعوبت برداشت کی۔ مولانا احمد رضا خان نے مسجد کے انہدام کے سلسلے میں ایک فتویٰ ''اہانۃ التواری'' کے نام سے دیا۔(۱۰)

۷ جولائی ۱۹۲۰ء کو جب کانگریس اور خلافت کمیٹی نے مشترکہ طور پر انگریزوں کے خلاف ترک موالات کی تحریک کا آغاز کیا تو دو قومی نظریہ کے حامی علمائے دین اس بدعت کو روکنے کے لئے میدان عمل میں کود پڑے۔ مولانا عبدالاحد نے جو ہندوستان کی سیاست کو اسلامی شریعت کا لباس فاخرہ عطا کرنے کی فکر میں منہمک تھے، تحریک ترک موالات کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے اور پورے ہندوستان کا دورہ کر کے مسلمانوں کو ترک موالات کی شرعی حیثیت اور اس کے دور رس نقصانات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اپنی تقاریر میں ہندو مسلم اتحاد کی نفی کی اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اس سلسلہ میں قرآنی احکامات کی پابندی کریں خصوصاً روہیل کھنڈ میں اس

تحریک کے خلاف آپ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔حکیم قاری احمد نے لکھا ہے کہ ۱۹۲۰ء کے اواخر میں تحریک خلافت کا ایک وفد ہندو مسلم اتحاد کی تبلیغ کے لئے جب روہیل کھنڈ پہنچا تو اس نے پیلی بھیت میں مولانا عبدالاحد سے بھی ملاقات کی۔اس وفد کی قیادت امرتسر کے ڈاکٹر سیف الدین کررہے تھے اور اس میں مولانا احمد کانپوری بھی شامل تھے۔مولانا عبدالاحد نے وفد سے تقریباً چار گھنٹے مذاکرات کئے اور آخر وقت تک ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت کرتے رہے۔(۱۱) مولانا عبدالاحد کا یہ خیال اتنا مستحکم تھا کہ رہنمایانِ خلافت کو تحریک ترکِ موالات سے دست کش ہونا پڑا۔

۱۳۳۳ھ میں مولانا عبدالاحد نے فریضہ حج ادا کیا۔اس سفر میں مولانا احمد رضا خاں بھی ہمراہ تھے۔احوال سفر کے عنوان سے مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ ومفتی حنفیہ کی خدمت میں گیا تو حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے عزیزی مولوی عبدالاحد صاحب بھی ہمراہ تھے۔(۱۲) اس سفر میں مولانا عبدالاحد نے شیخ احمد ابوالخیر مرداد کو چند احادیث سنا کر سند حدیث حاصل کی۔۱۳۳۴ھ میں مولانا وصی احمد سورتی کے وصال کے بعد آپ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دینے لگے اور یہ سلسلہ آخر دم تک جاری رہا۔

۱۹۲۵ء میں ابن سعود نے بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی حجاز پر حملہ کردیا۔چنانچہ مکہ معظمہ اور طائف پر ان کا قبضہ ہوگیا۔اس تبدیلی سے برصغیر کی سیاسی فضا بھی متاثر ہوئی۔مولانا محمد علی جوہر کے مرشد مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور ان کے رفیق کار عبدالماجد بدایونی نے ایک تنظیم انجمن خدام الحرمین قائم کی تاکہ حجاز میں مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کو روکا جاسکے۔اس تنظیم کے بانیوں میں مولانا حسرت موہانی اور مشیر احمد قدوائی بھی شامل تھے۔(۱۳) مولانا عبدالاحد نے بھی حجاز میں مقامات مقدسہ کی بے حرمتی پر سخت احتجاج کیا اور حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ وہ انگریزوں کے حمایت یافتہ شاہ عبدالعزیز ابن سعود کو مسلمانوں کی دل آزاری سے باز رکھے۔اس ضمن میں مولانا عبدالاحد نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں انجمن خدام الحرمین کے جلسوں سے خطاب کیا۔امرتسر کے پندرہ روزہ اخبار ''الفقیہ'' نے بریلی اور پیلی بھیت میں دو جلسوں کی کارروائی بڑی تفصیل سے شائع کی۔(۱۴)

آخر عمر میں آپ کا بیشتر وقت مدرسۃ الحدیث میں گزرنے لگا۔تصنف وتالیف کی جانب آپ کی طبیعت مائل نہ تھی جس کی بناء پر آپ کی تحریریں صرف فتویٰ اور تقاریظ کی حد تک محدود رہیں۔''اسوۂ رسول'' کے عنوان سے آپ نے ایک طویل مضمون قلمبند کیا جو مطبوعہ ہے۔آپ ۱۹۳۱ء کے اواخر میں شدید بیمار ہوئے اور تقریباً دوسال علیل رہنے کے بعد ۱۳ شعبان ۱۳۵۲ھ بمطابق یکم دسمبر ۱۹۳۳ء بروز جمعہ عصر اور مغرب کے درمیان داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔آپ کے انتقال کی خبر پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔کانپور سے اعزاء کی آمد کے بعد آپ کی میت حسب وصیت گنج مرادآباد لے جائی گئی جہاں دوسرے دن بعد نماز عصر سپرد قبر کئے گئے۔حافظ محمد احسن خلف مولانا احمد حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔بریلی، کانپور، دہلی، مرادآباد، پیلی بھیت اور بدایوں کی مساجد میں ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی ہوئی۔امرتسر کے اخبار ''الفقیہہ'' کے مطابق بریلی کی مسجد بی بی جی میں ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ کو ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔(۱۵)

مولانا عبدالاحد کی شادی، مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی نواسی، اور مولانا کریم گنج مرادآبادی کی صاحبزادی سے ہوئی

تھیں آپ کے تین صاحبزادے تولد ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

۱) فضل الصمد عرف مانا میاں۔

۲) فضل احمد صوفی۔

۳) حکیم قاری احمد۔(۱۶)

مولانا فضل احمد عرف مانا میاں:

آپ کی پیدائش ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ بمطابق ۲۷/ اکتوبر ۱۹۰۹ء بروز بدھ پیلی بھیت میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی، آپ کی پہلی شادی کی تفصیل تو معلوم نہ ہوسکی مگر دوسرا عقد آپ نے مولانا حکیم مومن سجاد کانپوری کی پوتی سے کیا اور ان سے آپ کی ایک بیٹی بھی تولد ہوئی مگر چند روز بعد ہی اس کا انتقال ہوگیا۔ مولانا فضل میاں ۳۱ جنوری ۱۹۷۷ء بمطابق ۱۰ صفر ۱۳۹۷ھ بارہ بجے دن اپنے خالق ومالک سے جاملے۔ آپ کو بیلوں والے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔(۱۷)

مولانا فضل احمد صوفی:

مولانا عبدالاحد صاحب کے منجھلے صاحب زادے، فضل احمد صوفی ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ بمطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۱۱ء میں گنج مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ اپنی تعلیم والد اور چچا سے حاصل کیں۔ مولانا صوفی اپنے بھائی مولانا قاری حکیم احمد کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے تولد ہوئے محترم فضل احمد صوفی ۱۹۴۶ء کے اواخر میں بمبئی سے کراچی آگئے تھے اسی دوران ان کو تپ دق کی بیماری ایسی لاحق ہوئی کہ اسی بیماری میں ۴ دسمبر بروز ہفتہ ۱۹۴۸ء کو اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ آپ کو کراچی کے قدیمی قبرستان میوہ شاہ میں سپرد خاک کیا گیا۔(۱۸)

مولانا حکیم قاری احمد:

مولانا عبدالاحد کے سب سے چھوٹے بیٹے جو مولانا فضل احمد سے چند ہی منٹ چھوٹے تھے ۲۸ ذی الحج ۱۳۲۹ھ بمطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۱۱ء بروز بدھ گنج مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ مولانا سورتی جو اس وقت گنج مرادآباد میں موجود تھے اپنے پیرومرشد سے عقیدت کے طور پر ''فضل محمد'' نام رکھا اور حلق سے آواز کے ساتھ رونے کی وجہ سے ''قاری'' کہہ کر مخاطب کیا، ابتدائی تعلیم گھر ہی پر حاصل کی۔ باقاعدہ تعلیمی مراحل مختلف اساتذہ سے حاصل کئے۔ مولانا حکیم قاری احمد کی شادی ۱۹۳۸ء میں پیلی بھیت کے سید بشارت علی کی صاحبزادی بی بی سیدہ خاتون سے ہوئی۔ نکاح پڑھانے کے فرائض مولانا فضل حق رحمانی نے ادا کیے۔ بقول رضی حیدر صاحب ابتداءً اباجی کے تین بچے ہوئے ایک لڑکی اور دو لڑکے لیکن یہ سب بچے پیدائش کے فوراً بعد انتقال کر گئے۔ اس کے بعد چار صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔(۱۹)

(۱) صفیہ قاری۔ (۲) زاہدہ قاری۔ (۳) شاہدہ قاری۔
(۴) خالدہ قاری۔ (۵) ڈاکٹر راشدہ قاری۔ (۶) خواجہ رضی حیدر۔
(۷) وصی حیدر عمار۔ (۸) ولی حیدر ذاکر۔ (۹) مقیم احمد۔

حکیم قاری احمد کا ۱۹۶۱ء میں رضا الٰہی سے حرکت قلب، بند ہونے کی بنا پر انتقال ہوا۔ آپ کو بخی حسن کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔(۲۰)

خلاصۂ بحث:

مولانا عبدالاحد کی زندگی بلاشبہ ایک مسلسل جہد سے تعبیر کی جا سکتی ہے، کیونکہ ایک جانب آپ اپنی والد کے وصال کے بعد ان کی مسند کو لے کر چلے، تو دوسری جانب آپ کے رگ و پے میں جذبہ حریت موجزن تھا۔ آپ مسلمانوں کی آزادی کی تمام تر تحریکات میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے بھرپور حصہ لیا۔ جبکہ آپ ایک ایسے خانوادۂ سے تعلق رکھتے تھے، جو سلسلے ارادت میں مولانا الشاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے جڑا ہوا تھا۔ آپ کی زندگی کی جدوجہد نے آپ کو کتب تصانیف و تالیف کی جانب زیادہ توجہ نہ دینے دی تاہم چند رسائل آپ سے وابستہ ہیں، اور خاندانی روایات نے آپ کو ایک سادہ اور عام زندگی گزارنے کی تربیت دی تھی اور اسی سادگی نے آپ کے والد بزرگ کی طرح آپ کو تاحیات گمنامی میں رہنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کچھ قدیمی پیلی بھیت کے لوگوں کے علاوہ اس عظیم انسان کے بارے میں وہاں کے لوگ بھی ناآشنا ہیں۔ حال ہی میں جب ہماری بات پورنپور ضلع یو۔ پی انڈیا کے مدرسہ عربیہ قادریہ کے استاذ محترم ناظم رضا مصباحی سے ہوئی تو انھوں نے ہمیں بتایا کہ ''آپ کا مزار ایک تو پیلی بھیت میں نہیں ہے کیونکہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو مولانا الشاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے صاحبزادے اور آپ کے خسر مولانا الشاہ عبدالکریم گنج مرادآبادی کے پہلو میں سپرد لحد کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے یہاں کے بھی لوگ بہت کم آپ کے بارے میں جانتے ہیں۔ آپ کی زندگی پر آج تک ہمیں کوئی مقالہ پڑھنے کو نہیں ملا، حد تو یہ ہے کہ علماء کے تذکروں میں بھی آپ کا ذکر خیر نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ جہاں مولانا احمد رضا خاں کے خلفاء کا تذکرہ ملتا ہے، وہی چند سطر آپ کے بارے میں پڑھنے کو مل جاتی ہیں۔ ورنہ تاریخ اس عظیم خطاب کی زندگی کے حالات پر خاموش ہے۔

حوالہ جات

(۱) محموداحمد قادری، مولانا، معارف اعظم گڈھ، قسط اول ''مولانا وصی احمد سورتی'' اپریل ۱۹۷۲ء، ص ۲۹۲۔

(۲) رضی حیدر، خواجہ، تذکرہ محدث وصی احمد سورتی، سورتی اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۰ء، ص ۲۰۹۔

(۳) محموداحمد، قادری، تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کانپور، ۱۳۹۱ھ، ص ۲۵۷۔

(۴) محموداحمد قادری، مولانا، معارف، اعظم گڑھ، قسط اول ''مولانا وصی احمد سورتی'' اپریل ۱۹۷۲ء، ص ۲۹۲۔

(۵) محمد صادق، قصوری و مجید اللہ قادری، پروفیسر، تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۷۲۔

(۶) عبدالاحد، قادری، اسوۂ رسول ﷺ کی زندگی کے پاکیزہ نمونے (افادات)، ص ۱۔

(۷) محموداحمد قادری، تذکرہ علماء اہل سنت، ص ۱۶۸۔

(۸) ایضاً، ص ۱۶۹۔

(۹) قاری احمد، قلمی یادداشتیں۔

(۱۰) نورمحمد قادری، اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت، مرکز مجلس رضا، لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۱۳۔ محمد صادق قصوری، تحریک پاکستان اور علماء کرام، زاویہ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۴۴، ۲۴۵۔

(۱۱) قاری احمد، تاریخ ہندوپاک، قرآن محل کراچی، ۱۹۷۷ء، ص ۳۶۷۔

(۱۲) ایضاً، ص ۳۵۳۔

(۱۳) احمد رضا خاں، مولانا، الملفوظ، حصہ دوم، مکتبہ احمد رضا بریلوی کراچی، ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۶۔

(۱۴) رضی حیدر، تذکرہ محدث سورتی، ص ۲۱۵۔

(۱۵) ایضاً، ص ۲۱۶۔

(۱۶) رضی حیدر، تذکرہ محدث سورتی، ایضاً، ص ۲۱۹۔

(۱۷) ایضاً، ص ۲۲۴۔

(۱۸) ایضاً، ص ۲۳۴۔

(۱۹) ایضاً، ص ۲۹۴۔

(۲۰) ایضاً، ص ۲۵۳۔